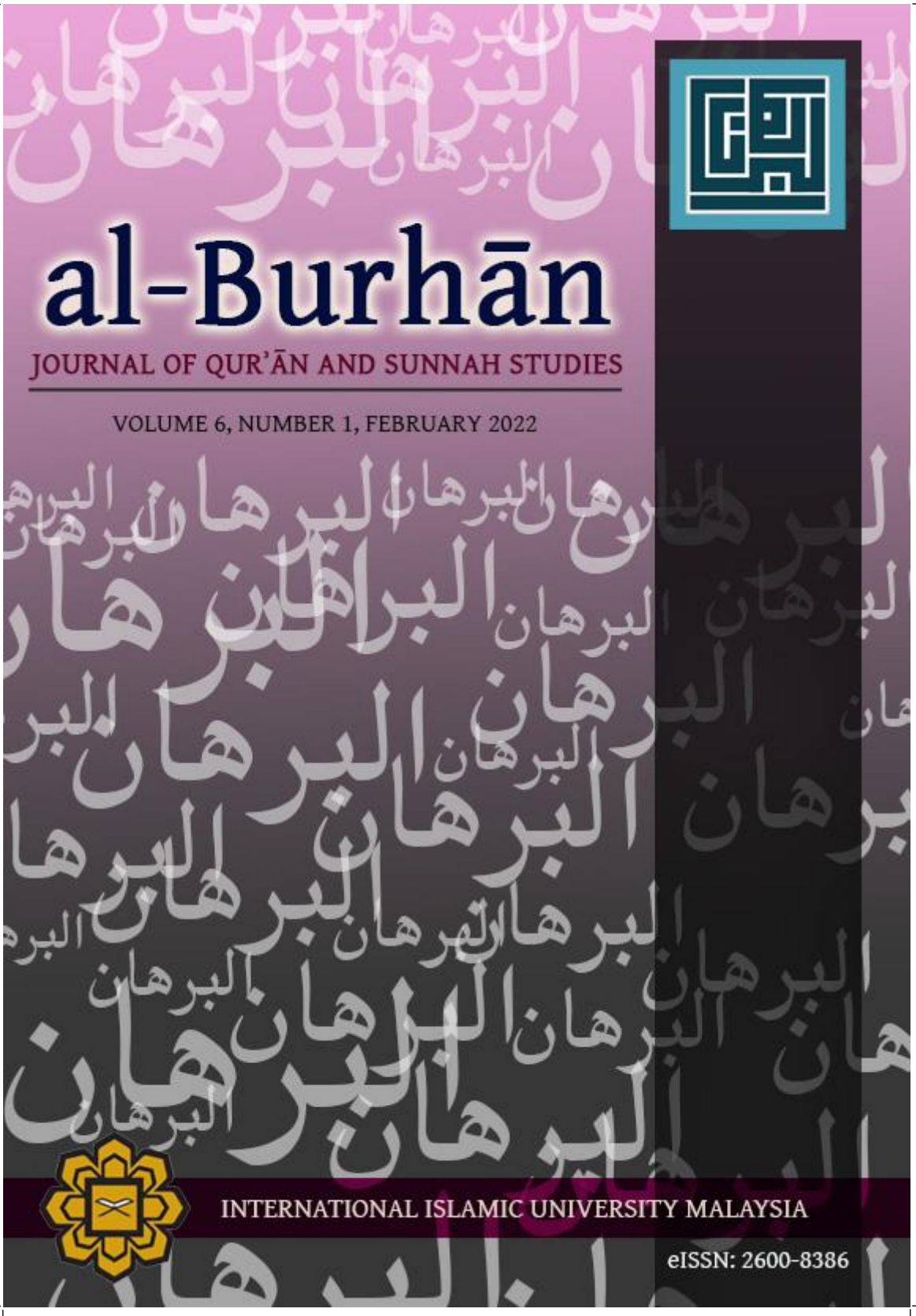
al-Burhān
JOURNAL OF QUR'ĀN AND SUNNAH STUDIES
VOLUME 6, NUMBER 1, FEBRUARY 2022
INTERNATIONAL ISLAMIC UNIVERSITY MALAYSIA
eISSN: 2600-8386

al-Burhān Journal of Qur'ān and Sunnah Studies

AbdulHamid AbuSulayman Kulliyyah of Islamic Revealed Knowledge and Human Sciences
International Islamic University Malaysia
Volume 6, Number 1, 2022

Honorary Advisors:

Prof. Dr. Abdullah Saeed, *University of Melbourne, Australia.*
Prof. Dr. Abdul Hakim Ibrahim al-Matroudi, *SOAS, Univ. of London.*
Prof. Dr. Awad al-Khalaf, *University of Sharjah, United Arab Emirates.*
Prof. Dr. M. A. S. Abdel Haleem, *SOAS, Univ. of London.*
Prof. Dr. Mohamed Abullais al-Khayrabadi, *International Islamic University Malaysia*
Prof. Dr. Muhammad Mustaqim Mohd Zarif, *USIM, Malaysia.*
Prof. Dr. Serdar Demirel, *Ibn Haldun University, Istanbul, Turkey.*
Prof. Dr. Israr Ahmad Khan, *Social Sciences University of Ankara, Turkey.*

Editor-in-Chief : Dr. Khairil Husaini Bin Jamil, *International Islamic University Malaysia.*
Language Editor (Eng) : Dr. Muhammad Adli Musa, *International Islamic University Malaysia.*
Language Editor (Arb) : Dr. Amar Fettane, *International Islamic University Malaysia.*
Members of Editorial Board :

Assoc. Prof. Dr. Abdulcebbar Kavak, *Karabük Üniversitesi, Turkey.*
Assoc. Prof. Dr. Haziyah Hussin, *Universiti Kebangsaan Malaysia (UKM).*
Dr. Muhammad Fawwaz Muhammad Yusoff, *Universiti Sains Islam Malaysia (USIM).*
Dr. Naim Hank, *Karabük Üniversitesi, Turkey.*
Assoc. Prof. Dr. Noor Mohammad, *International Islamic University Malaysia (IIUM).*
Dr. Umar Muhammad Noor, *Universiti Sains Malaysia (USM).*
Dr. Zunaidah Mohd. Marzuki, *International Islamic University Malaysia (IIUM).*

© 2022 IIUM Press, International Islamic University Malaysia. All rights reserved.

e-ISSN 2600-8386

Published Online by:
IIUM Press, International Islamic University Malaysia, P.O. Box 10, 50728 Kuala Lumpur, Malaysia.
Phone (+603) 6421 5014
Website: http://www.iium.edu.my/office/iiumpress

Correspondence:
Editorial Board, al-Burhān Journal,
Research Management Centre,
International Islamic University Malaysia,
P.O Box 10, 50728 Kuala Lumpur, Malaysia
Tel: (603) 6421 5541 / 6126
E-mail: alburhan@iium.edu.my
Website: https://journals.iium.edu.my/al-burhan/index.php/al-burhan/index

Indexing and Abstracting: al-Burhān is currently indexed in and abstracted by MyJurnal and Directory of Open Access Journal (DOAJ).

Disclaimer: The publisher and editorial board shall not be held responsible for errors or any consequences arising from the use of information contained in this journal; the views and opinions expressed do not necessarily reflect those of the editors and publisher.

al-Burhān Journal of Qurʾān and Sunnah Studies, 6: 1 (2022) 102-109.
https://journals.iium.edu.my/al-burhan/index.php/al-burhan/index
Copyright © IIUM Press
e-ISSN 2600-8386

مولانا محمد علی جوہر اور انکی دینی وعلمی خدمات

Muhammad Ali Jauhar and His Religious and Educational Contributions

محمد هاشم محمد إزداني

Mohammad Hashim Mohammad Ezdani *

خلاصہ: اس مضمون میں ہندوستانی سرزمین پر ایک پرجوش مسلم مفکر، عالم اور آزادی پسند جنگجو، محمد علی جوہر (۱۸۷۸–۱۹۳۱) اور نوآبادیاتی دور میں مسلم کمیونٹی کے احیاء کے لیے ان کی کوششوں پر بحث کی گئی ہے۔ ہندوستان میں برطانوی راج کے خلاف ان کی بہادری اور جدوجہد کی گونج دنیا بھر میں گونجی۔ مزید برآں، انہوں نے ایک بہترین تعلیمی نظام اور خواتین کے تعلیم کے حق کے لیے آواز بلند کی۔ اس طرح اس نے لارڈ کرزن کی تعلیمی پالیسیوں کی سخت مخالفت کی۔ ان کا پختہ یقین تھا کہ تعلیمی نظام کو بحال کرنے اور سماجی ہم آہنگی قائم کرنے کے علاوہ آزاد ہندوستان ممکن نہیں ہے۔ یہ تحقیق ان کے کچھ نظریات پر نظر ڈالتی ہے جو بالعموم اسلامی تعلیم پر اثر انداز ہوتے ہیں اور خاص طور پر قرآن وسنت کی تعلیم پر۔

مطلوبہ الفاظ: محمد علی جوہر؛ اسلامی تعلیم؛ قرآن وسنت؛ مسلم مفکر؛ سماجی ہم آہنگی.

ABSTRACT: This article discusses an enthusiastic Muslim thinker, scholar and freedom fighter on Indian soil, Muhammad Ali Jauhar (1878-1931) and his efforts to revive the Muslim community during the colonial period. The echo of his bravery and struggle against British rule in India resonated worldwide. Additionally, he raised his voice to develop an excellent academic system and women's right to education; thus, he strongly opposed Lord Curzon's education policies. He firmly believed a free India was not possible except by reviving the education system and establishing social harmony. This research looks into some of his ideas that affect Islamic education in general, and the Qurʾan and Sunnah education in particular.

Keywords & phrases: *Muḥammad Ali Jauhar; Islamic education; Qurʾan and Sunnah; Muslim thinker; social harmony*.

* Asst. Professor, Islamic Studies, Darul Huda Islamic University, India. Email: nadvihashim@gmail.com

دیباچہ

اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جبکہ ہندوستان ایک کوہ آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کا آفتاب لب بام آچکا تھا، سامراجی طاقت نے ہندوستانیوں کو اپنے تئیں غلام بنا رکھا تھا، ہندوستان کا چراغ ٹمٹا رہا تھا قریب تھا کہ گل ہو جائے۔ اتحادیوں کی فتح سلطنت عثمانیہ کے خلاف ان کے منصوبوں اور خلافت کو ختم کر دینے کی کوشش کی خبر نے سارے ہندوستان میں آگ لگا رکھی تھی، ایسے پر آشوب اور ناگفتہ بہ دور میں رئیس الاحرار ملت اسلامیہ کے بطل جلیل ہندوستان کی جنگ آزادی کا میر کارواں شمع آزادی کا یہ بے خوف پروانہ ۱۵ ذی الحجہ ۵۹۲۱ھ مطابق ۰۱ دسمبر ۸۷۸۱ء کو رامپور کے ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوا۔[1] دو سال کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے یعنی والد بزرگوار کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ تعلیم و تربیت والدہ محترمہ نے کی۔ آپ کی والدہ انتہائی جری اور مدبر خاتون تھی، ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کا گھر گھر اس گیت سے گونج رہا تھا۔

بولیں اماں محمد علی کی

جاں بیٹا خلافت پہ دے دو

ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معلوم نہیں یہ نعرہ کس کا تھا لیکن اس کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ کم شعروں کو حاصل ہوئی ہو گی۔ یہ یاد نہیں کہ اس شعر سے پہلے یہ محبوب نام کان میں پڑ چکا تھا... یہی شعر اس کا ذریعہ بنا، بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس پوری بارات کا نوشہ محمد علی جوہر تھے۔

آپ کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم و تربیت رامپور میں ہوئی پھر اس کے بعد ۰۹۸۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (Aligarh Muslim University) کا رخ کیا اور ۰۲۹۱ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے مارڈن ہسٹری میں ڈگری لی۔ ہندوستان کی تحریک آزادی، مسلمانوں کی عالمی سیاست اور انگریزی و اردو صحافت میں ان کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ وہ علی گڑھ کے کھلنڈرے ہی نہیں بلکہ قابل فخر اولڈ بوائے بھی تھے۔ وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے بانی بھی تھے اور اس کے پہلے شیخ الجامعہ بھی تھے۔ وہ آکسفورڈ کے گریجویٹ (Graduate) تھے لیکن وطن دوستی اور حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار تھے۔[2]

اللہ تعالی نے محمد علی کو وہ سب صلاحتیں اور کمالات عطا فرمائے تھے جو ایسے رہنماؤں کیلئے ضروری ہیں۔ جو ملکوں اور قوموں میں انقلاب لاتے ہیں، سوتی بستی جگاتے ہیں اور محولوں کو شہباز سے لڑا دیتے ہیں۔ خلوص کا ایک دریائے بے کراں، بارے کی سیمابی، اور بجلیوں کی بے تابی، خطابت کی جادو گری، شخصیت کی دلآویزی، خلقی و فطری محبوبیت و موہن اور سب سے بڑھ کر دل کی وہ چوٹ اور جگر کا وہ زخم جو اس درجہ میں (شیخ الہند مولانا

---

[1] Asir Nizamuddin Adrawi, *Tazkirah Mashāhīr-e-Hind: Karwān-e-Rafta* (Deoband: Dār al-Muʾallifīn, 2016), 234.

[2] Argali Farooq, *Mujahid e -Aʿzam Mawlānā Muḥammad Alī Jawhar* (Delhi: Fareed Book Depot, n.d.).

محمود حسن کو مشن کر کے)ان کے ساتھیوں میں سے کم کسی کے حصہ میں آیا تھا۔یہی وہ احساس ویقین تھا جس نے ان سے یہ شعر کہلوائے جو ان کے حال کی سچی تصویر تھی۔

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے

ہر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین بن علی کو

خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف

کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

مولانا کی شاعری کا محرک صنف نازک یا پیکر ہوش ربا کی بجائے ہندوستان کی محکومی اور غلامی تھا جس کا ذکر ان کی شاعری میں ہر جگہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ان کے مجموعۂ کلام کا بیشتر حصہ ۵۱۹۱ سے ۲۲۹۱ تک کا ہے جس میں وہ زیادہ تر جیل میں رہے۔یہ وہ دور تھا جس میں ان کی تقریر و تحریر پر پابندی تھی لیکن ذہن و دماغ کی اڑان پر کون پابندی لگا سکتا ہے مثال کے طور پر یہ چند اشعار

قید اور قید بھی تنہائی کی　　شرم رہ جائے شکیبائی کی

آزاد تھے کب قید غم عشق سے ہو کو　　زنجیر کا شکوہ ہے نہ زنداں کی شکایت

جیل سے باہر کی زندگی قید و بند گی سے زیادہ بد تر تھی۔۲۲۹۱ کا ہندوستان جس دور سے گزر رہا تھا اس مین مولانا محمد جوہر کو آزادی اور سکون کہاں نصیب ہوتا۔ہر وقت سفر، ہر روز تقریریں اور جلسے، دن رات کی مصروفیت، جسموانی مشقت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور دماغی کام بھی تھکا دینے والے تھے کیونکہ اس بیابان میں جس نے جوش جنوں سے کام لیا اس کو اب چین کیاں آرام کہاں:

کل کو ہے پھر وہی زنداں جوہر　　ٹھیک کیا آپ سے سودائی کی

ان کی وہ قلندرانہ شان اور مجذوبانہ ادا جس نے حق کہنے میں کبھی بڑے چھوٹے، دوست و دشمن کی پرواہ نہ کی ہندوستان کی بے لوث سپوت ہونے کی دلیل ہے۔وہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے ملی خصائص اور مزاج کا نقطۂ عروج تھے۔اردو کے مایہ ناز ادیب، صحافت کے بیباک صحافی تھے۔ وطن کے تئیں ان کی بے لوث خدمات اور جذبۂ حریت کو ہر ہندوستانی سلام کرتا ہے۔ان گوناگوں صلاحیتوں نے سیاست، صحافت اور اردو زبان و ادب

میں انمٹ نقوش چھوڑے۔آزادی وطن کے اس عظیم مجاہد نے ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس(Round Table Conference)میں جو کچھ کہا ہندوستان کی اس سے بہتر نمائندگی کوئی اور ہندوستانی نہیں کر سکتا۔لندن میں بریطانیہ عظمی کے ارباب اقتدار سے انہوں نے کہا تھا کہ :

میں جس مقصد کیلئے یہاں آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اپنے ملک کو اس حالت میں واپس جا سکتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں آزادی کا پروانہ ہو، ورنہ میں ایک غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا۔ میں ایک غریب ملک میں جو اگر آزاد ہے مرنے کو ترجیح دوں گا اور اگر آپ نے ہندوستان کو آزادی نہیں دی تو پھر آپ کو یہاں مجھے قبر کیلئے جگہ دینی پڑے گی۔۔آزادی تو نہیں ملی البتہ بیت المقدس میں دو گز زمیں ضرور ملی۔ان کا کلام پڑھ کر ہر ایک بے چین وطن پرست کے دلی جذبات کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی دینی وعلمی خدمات

مولانا محمد علی جوہر ادبی تخلیق میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کا شاعرانہ معیار بہت بلند تھا۔مولانا کے ادبی ذوق کے بارے میں نور الرحمن کہتے ہیں کہ :

> ''مولانا محمد علی نے کلاسیکی ادب کے مختصر تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ جس کے پڑھنے سے ہر متبہ لطف حاصل ہوتا ہے اور بار بار مطالعہ کرنے سے انسان اکتاتا نہیں ہے ان کے مجموعہ کلام کا کچھ حصہ ایسا بھی ہے جس پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ادبی ذوق اتنا بلند تھا کہ اس کی جھلک ہر جگہ پائی جاتی ہے اور کلام معیار سے نہیں گرتا کسی حصہ پر بھی نظر ڈالیے طبیعت اکتاتی نہیں۔''

مولانا محمد علی جوہر کی صحافتی خدمات نے ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت کرنے میں بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز سے مسلمانوں کی سیاست میں ایک زبردست تبدیلی آنی شروع ہوئی۔اس تبدیلی کے پیچھے جو عوامل کارفرما تھے ان میں سب سے نمایاں مقام اردو صحافت کو حاصل ہے اور جن صحافیوں نے اس کام کو انجام دیا ان میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد سر فہرست ہیں۔ ملازمت کے دوران سے مولانا نے ملکی حالات پر مضامین لکھے اور اسے مختلف اخباروں میں بھیجا۔ یہ سلسلہ کافی دنوں تک چلتا رہا جس سے ان کو کافی شہرت ملی اور قلمی تعاون کے لیے مختلف اخبار ورسائل سے دو خواستیں آنے لگیں۔ان کا وہ سلسلہ خاصا مقبول ہوا جو انھوں نے ٹائمز آف انڈیا بمبئی میں موجودہ بے چینی پر چند خیالات (Some Thoughts on Present Discontentment) کے نام لکھا۔ساتھ ہی ان کے ذہن میں یہ بات ہمیشہ گردش کرتی رہی کہ مسلمانوں کو سیاسی مسائل سے آگاہ کرنے اور ان کی سیاسی تربیت کے لیے سب سے بہترین طریقہ اخبار نویسی ہے لہذا اسی سوچ کے پیش نظر انھوں نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا اور ''کامریڈ''(انگریزی) اور ''ہمدرد''(اردو) کے نام سے دو اخبارات نکالے۔کامریڈ مولانا نے ہفتہ وار کی شکل میں ۱۹۱۱ء سے کلکتہ سے نکالنا شروع کیا۔بقول خود ان کے کامریڈ کا مقصد مسلمانوں کی آواز کو حکومت تک پہنچانا ہے۔جون ۱۹۳۱ء کو کانپور کے محلہ مچھلی بازار کی مسجد کا ایک حصہ مقامی میونسپلٹی(Municipality) نے پولیس(Police) کی مدد سے شہید کر دیا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر نے یوپی کی لفٹنینٹ گورنر(Lieutenant Governor) سر جیمس مسٹن(Sir James Miston) کو مداخلت کر کے مسجد کی تعمیر کرانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا تھا اور جارحانہ کاروائی کی تائید کی۔ مخالف کی جانب سے فائرنگ کا حکم دیا اس میں کئی افراد شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ مسلمانوں پر بجلی کی طرح گرا۔کانپور

میں بالخصوص اور پورے ہندوستان میں بالعموم غم وغصے کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر جگہ انگریزوں کے خلاف جلسے جلوس ہونے لگیں اور تجاویزیں پاس ہونے لگیں۔

اس سلسلے میں مولانا آزاد سبحانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا مظہر الحق اور مہاراجہ محمود آباد نے اپنے اپنے طور پر معاملے کو سلجھانے کی بھر پور کوششیں کیں لیکن مولانا محمد علی جوہر کی خدمات ان لوگوں سے کہیں زیادہ گرانقدر ہیں۔ انھوں نے پورے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیا اور سب سے پہلے تو خود ''جیمس مسٹن'' سے نجی طور پر خط و کتابت کی اس امید پر کہ شاید ان کے آپسی تعلقات کچھ کام آئیں گے لیکن سب بے سود ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے ستمبر ۱۹۱۳ء میں بمبئی سے ''مسٹر میکڈانلڈ'' کو ایک تار بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہاں کی پارلیمنٹ میں اس کے متعلق سوال کریں مگر میکڈانلڈ نے بھی اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر کار مولانا محمد علی جوہر آل انڈیا مسلم لیگ کے سکریٹری ''وزیر حسن'' کو ساتھ لے کر اکتوبر ۱۹۱۳ء میں خود انگلستان کو روانہ ہوئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو اور وہاں کی حکومت کو پورے واقعہ کی تفصیل سنا سکیں اور ان سے انصاف کی گہار کر سکیں۔ انگلینڈ پہنچ کر مولانا نے کافی پروپیگنڈہ کیا، مضامین لکھیں، تقریریں کیں، ارباب حکومت اور ممبران پارلیمنٹ اور ارکان کابینہ سے ملاقات کیں اور حتی المقدور مرانھیں معاملے کی نزاکت کو سمجھانے کی کوشش کیں۔ سر جیمز لاڈوش سابق گورنر صوبۂ متحدہ (رکن مجلس وزیر ہند) ان کی دلائل سے کافی متاثر ہوئے اور اس طرح لندن سے اس وقت کے ہندوستانی وائسرائے ''لائڈ ہاڈرنگ'' کو ہدایت بھیجوائی گئی لہذا وائسرائے صاحب خود کانپور پہنچے، اسپتال میں زخمیوں کا معائنہ کیا، قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مولانا کی اس کوشش میں سب سے زیادہ کار آمد آنے والی چیز ان کا اخبار ''کامریڈ'' تھا جس کی وجہ سے مولانا نے ہر فرد کو واقعہ کی سچائی بتائی تھی۔

مولانا کی واپسی سے قبل مسجد کے منہدم حصے کو از سر نو تعمیر کر دیا گیا۔ جس سے مولانا کی خوب ستائش ہوئی۔ آپ کی شہرت و مقبولیت آسمان کو چھونے لگی۔

مولانا کا دوسرا اخبار ''ہمدرد'' تھا جو اردو زبان مین نکلتا تھا۔ یہ یکم جون ۱۹۱۳ء سے دہلی سے نکلنا شروع ہوا۔ یہ اردو کا پہلا ایسا اخبار تھا جو اس وقت کے کسی بھی انگریزی اخبار کے مقابلے میں کھڑا کیا جا سکتا تھا۔ یہ اخبار اتنا مقبول ہوا کہ اس کی تعداد شاعت پچیس ہزار تک جا پہنچی جو اس وقت کے لیے کیا آج کے بھی کسی اردو اخبار کے لیے بہت بڑی بات ہے۔

ان کا صحافت کے میدان میں آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کے اندر ایسا جوش پیدا کر سکیں کہ وہ غلامی کے طوق کو اتار کر دور پھینک دیں اور اپنی آزادی کو حاصل کرنے کے لیے جی جان لگا دیں۔ کامریڈ اور ہمدرد کی فائلیں ایسے اداریوں اور خبروں سے بھری ہوئی ہیں جن کو پڑھ کر انگریزی حکومت کی نیند حرام ہو جاتی تھی۔ اور انھیں وجوہ سے ان اخباروں کی ضمانت بھی ضبط کی گئی۔ انھیں خدمات، ذاتی قربانیوں اور علمی قابلیت کی بنا پر محمد علی کو ۱۹۲۱ء کو ''کوک ناڈا کانگریس'' کا صدر بنایا گیا تھا۔

مولانا محمد علی جوہر اقبال سے بہت متاثر تھے۔ لیکن اقبال کے شاعری سے زیادہ ان کس شخصیت اور فکر و نظر نے محمد علی جوہر کو متاثر کیا۔ محمد علی کی شاعری کا دور بہت مختصر ہے۔ اس کی ابتداء وانتہاء صرف زمانۂ نظر بندی تک ہی محدود ہے کیونکہ جیل سے باہر آنے کے بعد ان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ وہ فکر شعر و سخن کریں۔ ان کی شاعری کے دور کو ہم بآسانی دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، ایک سیاسی اور دوسری غیر سیاسی۔ سیاسی

پس منظر سے ہم اچھی طرح واقف ہیں کہ محمد علی جوہر ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانا چاہتے تھے اور اس کے لیے انھوں نے جو کچھ کیا وہ روز روشن کی طرح سب عیاں ہے۔ کلکتہ سے ۱۹۱۱ء میں انگیریزی کا اخبار ''کامریڈ'' نکالا جسے انگریزوں نے ۱۹۱۴ء میں بند کروادیا۔ اس کے بعد دہلی سے اردو کا اخبار ''ہمدرد'' نکالا۔ ان کی سیاسی قربانی روشن مثال ہے جسے ہندوستان کی تاریخ مین ہر جگہ زریں حروف میں لکھا گیا ہے۔

آپ نے تعلیم پر زور دیا۔ زیادہ فیس لیکر تعلیم دینے کے سخت مخالف تھے۔ ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن (Lord Curzon) نے تعلیم کو محدود رکھنے کیلئے زیادہ فیس لیکر داخلوں کی بات کہی جسکی آپ نے سخت مخالفت کی، عورتوں کی تعلیم کے سلسلے میں وہ بڑے روشن خیال تھے۔ جس دور میں عورتوں کا بغیر پردہ باہر نکلنا مشکل تھا اس دور میں آپ نے عورتوں کی تعلیم کی وکالت کی۔ انہی کے الفاظ میں

> ''میں بھی ہندوستانیوں خصوصا عام مسلمانوں کی تعلیمی ضرورت اور مستورات کی تعلیم کو ضروری سمجھتا ہوں میں نے عورتوں کیلئے صرف مستورات کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی میں عورتوں کا مستور ہونا پسند کرتا ہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ اعلی تعلیم بھی پائیں اور مستور بھی رہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یورپ سے جو بے حیائی کا سیلاب آرہا ہے وہ اس کے ساتھ بہ جائیں اور یورپ کی شرمناک معاشرے کی تقلید کریں۔ مسلم دنیا کی عام قوموں کی طرح معمولی قوم نہیں ہمارا تہذیب و تمدن دوسری قوم سے بڑھ کر ہے۔''

۱۹۰۲ء کے آخر اور ۱۹۱۲ء کے شروع کے زمانہ میں ہندوستان میں ''ترک موالات'' کے نام سے ایک زبردست تحریک شروع ہوئی۔ اس تحریک میں تقریبا پورے ہندوستان نے حصہ لیا تھا اور تمام انگریزی چیزوں کو بائیکاٹ کیا جانے لگا۔ اس تحریک کا اعلان کانگریس نے کلکتہ میں ستمبر ۱۹۲۰ء میں منعقدہ اجلاس میں کیا گیا۔ اس کا آغاز محمد علی نے سب سے پہلے علی گڑھ جاکر کیا۔ انھوں نے کالج کے طلباء کو یہ تلقین کرنا شروع کردیا کہ ایسی حکومت جو خلافت اسلامیہ سے برسرپیکار ہو ان سے ملحق اداروں اور محکموں سے کسی طرح کا تعلق جائز نہیں۔ علی گڑھ میں انھیں زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، پولیس بھی آئی اور ان کے ساتھیوں پر ڈنڈے بھی چلائے گئے مگر انھوں نے ہار نہیں مانی اور اپنے رفیقوں کے ساتھ درخت کی چھاؤں میں کلاس لینے لگے۔ ''شیخ الہند مولانا محمود الحسن'' کے مقدس ہاتھوں سے ۱۹۰۲ء میں ''جامعہ ملیہ'' کی بنیاد ڈال دی گئی۔ محمد علی جوہر خود پرنسپل کے فرائض بھی انجام دیتے، اساتذہ کا انتخات بھی کرتے اور بی۔ اے تک کا سارا نصاب بھی خود ہی تیار کرتے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کیلئے ان کا تیار کردہ نصاب تعلیم معرکۃ الآرا کارنامہ ہے۔ یہ دوسرے مفکروں سے منفرد ہے اس کی خصوصیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ طلبہ اپنے اپنے مذہب سے واقف ہوں۔

۲۔ ذریعہ تعلیم لازمی طور پر مادری زبان میں ہونا چاہئے۔

۳۔ پیشہ ورانہ تعلیم کو تعلیمی اسکیم کا ہنر بنایا جائے۔

اس نصاب کے تحت مذہبی تعلیم کے علاوہ تاریخ اور سائنس کے مضامین کی تدریس اور مطالعہ لازمی قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ محمد علی جوہر نے مقررہ وقت کی اسکولی تعلیم کے ساتھ رہائشی کالج کے قیام کا تصور پیش کیا۔[3]

خلافت تحریک میں مولانا محمد علی جوہر نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ترکی نے جرمنی کے ساتھ مل کر اتحادیوں کے خلاف جس میں برطانیہ بھی شامل تھا لڑنا شروع کر دیا۔ ۱۹۱۸ء میں ترکی کی شکست ہوئی اور نومبر ۱۹۱۸ء کو اس نے جنگ بندی کے معاہدے پر دستخط کر دیا۔ اس کے باوجود انگریزوں نے ''موصل'' کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ مسلمانوں کی اصل دارالحکومت ترکی میں عثمانیہ سلطنت کے تحت تھی اس لیے اس سانحہ نے مسلمانوں کو اور بھڑکا دیا تھا اور ہندوستان میں ہر جگہ مسلمانوں نے جلوس نکالنا شروع کر دیا۔ خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس آخر دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں مولانا شوکت علی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس تحریک میں بھی مولانا محمد علی جوہر نے گرانقدر خدمات انجام دیں اور مسلمانوں کو متحد ہو کر خلافت کے لیے چندہ جمع کرنے کو کہا۔ آپ نے انگلستان جا کر وہاں کی سرکار سے وضاحت طلب کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔

مولانا محمد علی جوہر کا نصب العین آزادی تھی اور وہ اس کیلئے ہندو اور مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد کرنا چاہتے تھے۔ گاندھی جی کو اس اتحاد کی بنیاد کا پتھر انہوں نے بنایا۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ ۱۹۲۳ء میں جب وہ آخری بار جیل سے باہر آئے تو انگریزی حکومت کی جسکی نمائندگی اس وقت ایک یہودی النسل وائے سرائے (Viceroy) لارڈ ریڈنگ (Lord Redding) کر رہا تھا سازش کامیاب ہو چکی تھی۔ ہندو مسلم اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ شدھی سنگھٹن کی تحریک آندھی کی طرح چل رہی تھی۔ بڑے بڑے شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات وبا کی طرح پھوٹ پڑے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر نے اپنی اسی سادگی اور مردانگی سے ان کی مذمت کی جو ایک مسلمان کا شیوہ اور ایک بہادر سپاہی کا مزاج ہے۔ اور تحریک آزادی کے ہندو رہنماؤں نے ان فسادات کی مذمت تک نہیں کی اور نہ ان خلاف صف آراء ہوئے جسکی ان کو توقع تھی اور انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز مسلمانوں بنا لیا۔ بالآخر پھر یوسف بے کارواں بن کر رہ گئے۔[4]

وفات

افسوس کہ وہ ہر درد آواز جو ۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۰ء تک ہندوستان اور دنیائے اسلام کے ہر قیامت آفریں سانحہ میں صدائے صور بن کر بلند ہوتی رہی ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ وہ بے قرار دل جو اسلام اور مسلمانوں کی ہر مصیبت کے وقت بیتاب ہو ہو جاتا در خاک قیامت تک کیلئے ساکن ہو گیا۔ وہ اشک آلود آنکھیں جو دین وملت کی ہر ماتم میں آنسوؤں کا دریا بن جاتی تھیں گرتا کہ ان روانی ہمیشہ کیلئے بند ہو گئی۔

مولانا محمد علی جوہر نے ۱۵ شعبان ۱۳۴۹ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۳۱ء ترپن (۵۳) برس کی عمر میں لندن میں وفات پائی۔ مفتی اعظم فلسطین الحاج سید امین الحسینی کی دعوت و تحریک پر ان کی نعش فلسطین لے جائی گئی اور ان جسم خاکی کو سرزمین انبار کے اکی کوشہ میں جگہ ملی۔

---

[3] Shahid Akram, 'Mawlana Muhammad Ali Jawhar', *Inqilab Daily*, 4 January 2013.

[4] Abū al-Ḥasan ʿAlī Al-Nadwī, *Murāne Chirāgh* (Lucknow: Maktabae Firdaws, 1975), 2:71.

اللہ ہی کے راستے میں جو موت آئے تو اچھا

اکسیر یہی ایک دعا میرے لیے ہے

مولانا محمد علی جوہر کا مام جس طرح دنیا میں ہوا، مشرق و مغرب میں ہوا، یورپ اور ہندوستان میں ہوا وہ شاید ہی کسی کیلئے ہوا ہو۔ صاحب دل شاعر کی اس پیش گوئی کی صداقت سے آج کس کو انکار ہے۔

ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیے ہے[5]

References

Adrawi, Asir Nizamuddin. *Tazkirah Mashāhīr-e-Hind: Karwān-e-Rafta*. Deoband: Dār al-Muʾallifīn, 2016.

Akram, Shahid. 'Mawlana Muhammad Ali Jawhar'. *Inqilab Daily*. 4 January 2013.

Al-Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī. *Murāne Chirāgh*. Lucknow: Maktabae Firdaws, 1975.

Farooq, Argali. *Mujahid e -Aʿzam Mawlānā Muḥammad Alī Jawhar*. Delhi: Fareed Book Depot, n.d.

ʿAbd al-Raḥmān, Sayed Ṣabāḥ al-Dīn. *Bazm-e-Raftagan*. Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn Shiblī Academy, 1992.

[5] Sayed Ṣabāḥ al-Dīn ʿAbd al-Raḥmān, *Bazm-e-Raftagan* (Azamgarh: Dār al-Muṣannifīn Shiblī Academy, 1992), 331.